QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

غیر اسلامی مذاہب میں خواتین کے حقوق و کردار کے معیارات: تحقیقی جائزہ

Standards of Women's Rights and Roles in Non-Islamic Religions: A Research-Based Study

عائشہ ارشاد : پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ علومِ اسلامیہ، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس
ڈاکٹر خالد محمود عارف : ایسوسی ایٹ پروفیسر / ایچ او ڈی، شعبۂ علومِ اسلامیہ، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract
This article examines the status and rights of women in non-Islamic religions from a historical and doctrinal perspective. It argues that traditional interpretations within these faiths have systematically portrayed women as inferior, sinful, or obstacles to salvation, leading to their social and legal marginalization. In Judaism, the narrative of Eve in the Torah has been used to frame women as sources of temptation and impurity, resulting in restrictions on their testimony, divorce rights, and autonomy under traditional Halakha. Within Christianity, early Church Fathers such as Tertullian and Chrysostom labeled women as "the gateway of Satan" and a "necessary evil," while Pauline epistles emphasized female subordination to men—a stance still reflected in the prohibition of women's ordination in Catholic and Orthodox traditions. Hinduism, particularly through texts like the Manusmriti, prescribed a life of perpetual dependence for women—on father, husband, and son—while denying them rights to inheritance, divorce, remarriage, and full religious participation, with practices like sati epitomizing their devaluation. In contrast, the article positions Islam as having granted women foundational rights such as inheritance, legal testimony, and economic autonomy fourteen centuries ago. The conclusion underscores that dominant traditional interpretations within these non-Islamic religions have perpetuated negative frameworks around womanhood, deeply impacting their social standing and rights throughout history.

Keywords: *Non-Islamic religions, Judaism, Christianity, Hinduism, Historical perspective, Ordination of women, social marginalization*

موجودہ دور اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ جو تکلیف دہ صورت مختلف تہذیبوں میں عورت کی نظر آتی ہے وہی اذیت ناک تصویر قدیم مذاہب بھی عورت کی دکھارہے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ مختلف زمانوں اور مختلف مذاہب میں خدا کی طرف سے نیکی، شرافت، سیرت و کردار اور عفت و عصمت کی جو تعلیم آتی رہی ہے رفتہ رفتہ اسکا مطلب بھی یہ سمجھا جانے لگا کہ عورت سے تعلق انسان کو مصیبت اور گناہ سے قریب کرتا ہے زمانے کی رفتار کے ساتھ جیسے جیسے یہ تصور بڑھتا گیا۔ عورت سے نفرت اور بیزاری میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس کو شیطان کی آلہ کار، مصیبت کا دروازہ کہا گیا۔ ان تصورات کا اثر لازماً عورت کی اجتماعی اور معاشرتی زندگی پر بھی پڑا اور اس طرح اس کو مذاہب اور معاشرے میں عزت و سربلندی کا وہ مرتبہ نہیں مل سکا جو مرد کو حاصل تھا۔ زیر نظر آرٹیکل میں مختصر الفظ حقوق کا معنٰی و مفہوم بیان کیا گیا اور مختلف ادیان و مذاہب میں عورت سے متعلقہ نظریات کو اجاگر کیا جائے گا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے خواتین کو چودہ سو سال قبل ایسے بنیادی حقوق دیے گئے جو اس وقت کی دیگر تہذیبوں میں ناپید تھے۔ بعد میں یورپ

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

نشاۃ ثانیہ اور صنعتی انقلاب کے بعد خواتین کے حقوق کی نئی تشریحات سامنے آئیں۔ جنہوں نے خواتین کو روزگار، ووٹ اور سیاسی شرکت جیسے مزید اختیارات دلوائے۔ جدید دور میں، عالمی تنظیمیں اور قوانین خواتین کے مساوی حقوق کے تحفظ کے لیے مسلسل کام کر رہے ہیں، جس سے ان کی سماجی اور اقتصادی حیثیت مزید مستحکم ہو رہی ہے۔

حقوق کے لغوی معانی

حق عربی زبان کا لفظ ہے جس کی جمع حقوق آتی ہے۔ لیکن اس کا استعمال مشرقی زبانوں میں بھی ہوتا ہے جیسے فارسی، پنجابی، اردو اور ہندی وغیرہ۔ جس کی وجہ سے اب یہ ایک عام فہم لفظ بن چکا ہے اور اپنے اندر متعدد معانی و مفاہیم سموئے ہوئے ہے۔

ماہرین لغت کے نزدیک حق کے معانی

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لفظ 'حق' کا معنٰی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أصل الحق المطابقة والموافقة ماده: ح، ق، ق . أصل الحق المطابقة والموافقة كمطابقة رجل الباب في حقه." [1]

"یعنی حق کی اصل مطابقت اور موافقت ہے جیسا کہ دروازے کی چول اپنے گڑھے میں اس طرح فٹ آتی ہے کہ وہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہتی ہے۔"

قاموس المحیط میں حق کا معنٰی ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"الحق يعني الأمر المقضى، الحق يعني الملك، الحق يعني الموت" [2]

"حق سے مراد فیصلہ شدہ امر ہے، حق سے مراد ملکیت بھی ہے اور حق سے مراد موت بھی ہے۔"

الدامغانی 'حق' کے درج ذیل معانی بیان کرتے ہیں:

"الحق يعني الله، القرآن، الإسلام، العدل، التوحيد، الصدق، واجب، ليس باطل المال الحظ الحق يعني الحاجة"[3]

"حق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات، قرآن، اسلام، عدل، توحید، صدق (سچائی)، واجب، جو چیز باطل نہ ہو، مال، حصہ اور ضرورت ہے۔"

[1] امام راغب، اَصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، بیروت: دار القلم، 2005ء، ص125

[2] فیروز آبادي، محمد بن یعوب، قاموس المحیط، بیروت، لبنان: دار الجیل، س ن، ج2، ص1162

[3] الدامغاني، حسین بن محمد، قاموس القرآن، بیروت: دار العلم للملایین، 1977ء، ص139-141

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

ابن منظور 'حق' کے بارے میں لکھتے ہیں:

"الحق نقيض الباطل" (1)

"حق باطل کا متضاد ہے۔"

قاموس الفقہی میں حق کے معنیٰ ہیں:

"الحزم النصيب"(2)

جوہری کے ہاں حق کا معنیٰ ہیں:

"الحق: خلاف الباطل والحق هو أخذ الحقوق والحقة أخص منه يقال هذه حقتي واستحققته أى استوجبته."(3)

"حق باطل کا متضاد ہے اور حق حقوق کا واحد ہے اور حقۃ یہ لفظ اس سے خاص ہے۔ کہا جاتا ہے کہ "حقتی" یعنی میرا حق ہے اور اگر حق ماضی کا صیغہ ہو تو اس کا معنیٰ واجب ہو گیا اور 'احقت الشیئ' کا مطلب ہے میں نے اس شے کو واجب کر دیا اور 'استحققتہ' کا مطلب میں نے اس شے کے وجوب کی خواہش کی۔"

حق کے لیے انگریزی میں (Right) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس لحاظ سے لفظ Right بھی مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں ہے:

Right: Good or Justified, true or correct as a fact.(4)

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق، لفظ "Right" کا استعمال کسی چیز کے اخلاقی یا قانونی طور پر justified ہونے، یا حقیقت کے مطابق درست ہونے کے context میں کیا جاتا ہے۔ یہ تعریف انسانی حقوق کے discourse میں اہم ہے، کیونکہ اس سے مراد وہ حقوق ہیں جو اخلاقی، قانونی یا فطری طور پر درست اور justified سمجھے جاتے ہیں۔

Right: proved to be true. To be or become established proved, confirmed, definite.(5)

حقوق نسواں کی بحث میں یہ "حق" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جو کہ اخلاقی، قانونی اور فطری اعتبار سے ثابت شدہ اور justified ہے۔

(1) ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت: دار صادر، 1956ء، ج10، ص51

(2) سعدي، ابو حبیب، القاموس الفقهي، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي، 1977ء، ص94

(3) أبو نصر إسماعيل بن حماد الجوهري الفارابي، الصحاح، جوهري، بيروت، لبنان: دار إحياء التراث العربي، ج4، ص1807

(4) Oxford English Dictionary. 10th ed. Oxford: Oxford University Press, 2020,P:1350

(5) Oxford English Dictionary,online ed, Right.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

یہودیت اور عورت

یہودیت ایک قدیم مذہب ہے۔ اس کے پیروکار سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ تورات ان کی مذہبی کتاب ہے۔ قرآن کی رو سے یہ اہل کتاب میں شامل ہیں۔ یہودیت کے مطابق عورت بد طنیت، بیکار اور نسل انسانی کی دشمن ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا تونے اس درخت کا پھل کھایا ہے جبکہ میں نے تمہیں منع کیا تھا؟

تو آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ:

جس عورت کو تونے میرے ساتھ کیا تھا اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا۔

تو اس پر اللہ تعالی نے حوا سے کہا:

میں تیرے درد حمل کو بہت بڑھاؤنگا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی۔ تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کریگا۔[1]

دوسرے الفاظ میں حوا علیھا السلام نے آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنے میں جس جرم کا ارتکاب کیا خدا کی طرف سے اس جرم کی یہ سزا ہے کہ وہ حمل اور ولادت کی تکلیف میں مبتلا کر دی گئی اور ہمیشہ کے لیے اس پر اقتدار اور غلبہ قائم کر دیا گیا۔ یہودی شریعت میں مرد کا اقتدار اور تصرف اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ اگر عورت خداوند کی منت مانے اور اپنی نوجوانی کے دنوں میں اپنے باپ کے گھر ہوتے ہوئے اپنے اوپر کوئی فرض ٹھہرائے اور اس کا باپ جس دن یہ سنے اسی دن اسے منع کرے تو اس کی منت یا کوئی قرض ہو اس نے اپنے اوپر ٹھہرایا ہے قائم نہیں رہے گا۔ اور خداوند اس عورت کو معذور رکھے گا۔ کیونکہ اس کے باپ نے اسے اجازت نہیں دی۔[2]

یہودی قانون کے مطابق عورت ناپاک وجود ہے اور اس کائنات میں معصیت اس کے دم سے ہے عورت نہ تو وصیت کر سکتی ہے اور نہ ہی اس کی شہادت معتبر ہے۔ وہ مکمل مرد کی غلام اور محکوم ہے۔ وہ مرد کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی۔ یہودی معاشرے میں عورت اثاث البیت جیسی شے تھی جس کی وجہ سے باپ کو اپنی بیٹی کو بیچ دینے کا اختیار تھا۔ خاوندوں کے اختیار بھی جابرانہ تھے وصیت، شہادت، طلاق، خلع کا کوئی حق عورت کو حاصل نہ تھا ان چیزوں کا حق صرف مرد کو حاصل تھا کہ وہ جب اور جیسے چاہے اس کو گھر سے نکال دے۔

کتاب مقدس میں ہے کہ اگر کوئی مرد عورت کو لے کر اس سے بیاہ کرلے اور بعد میں اسکے لیے ایسا ہی ہو کہ کوئی اس کی نگاہ میں عزیز نہ ہو تو اس سبب سے کہ اس میں کچھ پلید بات پائی تو اس کو طلاق نامہ لکھ کر اس کے ہاتھ میں دے اور اسے اپنے گھر سے باہر کرلے تو عورت کے لیے جائز نہیں کہ مرد سے طلاق طلب کرے اگرچہ شوہر میں بے پناہ عیوب ہی کیوں نہ ہوں۔[3]

عورت بعض حالات میں ملک کی ملکیت ہوتی یا قوم کی ملکیت قرار دی جاتی جس کا ثبوت یوں ملتا ہے، کہ ان کے ہاں ہر شخص کا نام اسرائیل

---

[1] کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، لاہور: بائبل سوسائٹی، 2010ء، پیدائش 17:3

[2] عبد الوہاب ظہوری، اسلام کا نظام حیات، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ، لاہور، 1981ء، ص 174

[3] کتاب مقدس، استثناء، 24، آیت: 1

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

میں باقی رہنا ضروری تھا۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیے عورت کی خواہشات اور عزت نفس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ انہوں نے ایسی تمام عورتوں کے لیے جن کے خاوند بے اولاد فوت ہو جائیں تو ان کا نکاح کسی دوسرے آدمی سے نہ کیا جائے۔ بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس سے خلوت کرلے۔ اسے اپنی بیوی بنائے اور بھاوج کا حق اسے ادا کرلے۔ تو یوں ہو گا کہ پہلا بچہ جو پیدا ہو گا، وہ متوفی کے بھائی کے نام منسوب ہو گا، تاکہ اس کا نام اسرائیل سے نہ مٹ جائے۔ اگر یہ شوہر بننے سے انکار کر دے تو اس کے بھائی کی بیوی جوں کے سامنے اس کے نزدیک اپنے پاؤں کی جوتی نکالے۔ اس کے منہ پر تھوک دے اور کہے کہ اس شخص کے ساتھ جو اپنے بھائی کا گھر نہ آباد کرلے یہی کیا جائیگا، اور اس کا نام یہ رکھا جائیگا کہ یہ اس شخص کا گھر ہے جس کا جوتا اتارا گیا ہے۔[1]

جدید یہودیت میں عورت کا مقام (Orthodox Perspective)

رجعت پسند یہودیت (Orthodox Judaism) میں عورت کا مقام روایتی اصولوں پر قائم ہے۔ Orthodox یہودیت میں عورت کو ربائی (Rabbi) بننے کی اجازت نہیں ہے۔[2] عورت کی عبادت کے لیے الگ انتظام (mechitza) کیا جاتا ہے اور اسے بعض مذہبی فرائض (مثلاً تالیت پہننا یا تفلین باندھنا) سے مستثنیٰ رکھا جاتا ہے۔ تاہم جدید Orthodox یہودیت میں خواتین کی تعلیم کے مواقع میں اضافہ ہوا ہے۔

اصلاح پسند یہودیت میں عورت کا کردار

اصلاح پسند یہودیت (Reform Judaism) نے عورت کے حقوق کے حوالے سے انقلابی اقدامات اٹھائے ہیں۔ 1972ء میں Sally Priesand پہلی خاتون ربائی بنیں۔[3] Reform یہودیت میں عورت کو مردوں کے مساوی تمام مذہبی حقوق حاصل ہیں گویا کہ ربائی بننے کا حق، عبادت میں برابر شرکت، اور مذہبی texts کی تفسیر کا حق حاصل ہے۔

جدید اسرائیل میں یہودی خواتین کا مقام

اسرائیل میں یہودی خواتین کا مقام ایک پیچیدہ صورت حال رکھتا ہے۔ ایک طرف تو اسرائیل میں خواتین فوج میں خدمات انجام دیتی ہیں اور سیاسی عہدوں پر فائز ہیں، تو دوسری طرف مذہبی حلقوں میں عورت کے حقوق پر سخت پابندیاں موجود ہیں۔[4] اسرائیل میں marriage اور divorce کے معاملات Orthodox rabbinical courts کے تحت طے پاتے ہیں، جہاں عورت کے حقوق محدود ہیں۔

---

(1) Ross, T. (2004). Expanding the Palace of Torah: Orthodoxy and Feminism. Brandeis University Press, p. 56

(2) کتاب مقدس، استثناء، 25، آیت: 125

(3) Nadell, P. S. (1998). Women Who Would Be Rabbis: A History of Women's Ordination. Beacon Press, p. 145.

(4) Halperin-Kaddari, R. (2004). Women in Israel: A State of Their Own. University of Pennsylvania Press, p. 156.

مسیحیت میں عورت کا مقام

مسیحی تصور بھی یہودی نظریات سے ماخوذ اور متاثر ہے جب یہودیت زوال پذیر ہوئی تو مسیحیت نے معاشرے میں بہت خوبصورت اقدار کو صحیح صورت میں استوار کیا مگر افسوس صنف نازک کے بارے میں مسیحیت بھی کوئی بھر پورا اخلاقی عقیدہ نہ اپنا سکی۔ ایک مسیحی رہنماتر تولیاں (Tertulian) عورت کے متعلق مسیحی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے:

کہ وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی ہے۔[1]

کرائی سسٹم(Chrysostum) جو مسیحیت کے اولیاء کبار میں شمار کیا جاتا ہے عورت کے حق میں کہتا ہے کہ وہ ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرعوب، آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دلربائی، ایک راستہ مصیبت ہے۔[2]

مردوزن کے تعلق کے بارے میں اس کا کہنا ہے کہ:

> ”عورت اور مرد کا صنفی تعلق بجائے خود نجاست اور قابل اعتراض چیز ہے خواہ وہ نکاح کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو۔“[3]

عیسائیت میں عورت کو دوسری شادی کا حق نہیں دیا گیا اور اسے مرد سے زیادہ تلخ گردانا جاتا تھا۔ عورت کی حیثیت محکوم کی ہے اسے دوسری شادی یا طلاق کا حق نہیں دیا گیا ایک بار عقد ہو جانے کے بعد اسے مرد کا غلام بنادیا گیا۔ کتاب مقدس نے عورت کو لعنت ابدی کا مستحق قرار دے رکھا ہے۔ کتاب مقدس میں تعدد ازواج کی مخالفت نہیں بلکہ اس میں عورت کو موت سے تلخ تر قرار دیا گیا ہے۔

پولوس رسول اپنے خط میں عورت کی حیثیت کے بارے میں لکھتا ہے:

> ”مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے اور مرد عورت کے لیے نہیں بلکہ عورت مرد کے لیے پیدا ہوئی ہے پس فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا اس کے بعد حوا۔ مرد نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی۔“[4]

مسیحیت اپنی اخلاقی روش کو پس پشت ڈال کر آزادی نسواں کے بلند دعوے کرتے ہیں مگر وہ کتاب مقدس کی اس بات کو کیسے بھلا سکتے ہیں:

> ”جو خدا کا پیارا ہے وہ عورت سے اپنے آپ کو بچائے گا ہزار آدمیوں میں سے میں نے خدا کا ایک پیارا پایا۔ لیکن دنیا

---

[1] محمد بن علوی المالکی الحسینی، اسلام کا معاشرتی نظام، الفارزق بک فاؤنڈیشن، لاہور، جون 1997ء، ص 96

[2] سید ابوالاعلیٰ مودودی، پردہ، مکتبہ جماعت اسلامی پبلیکیشنز، لاہور، 1996ء، ص 25

[3] سید ابوالاعلیٰ مودودی، پردہ، ص 25

[4] پولوس، عہد نامہ جدید، کرنتھیوں کے نام پولوس کا پہلا خط، باب 11، آیۃ 9 تا 11۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

بھر میں عورتوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں پائی جو خدا کی پیاری ہو۔"[1]

نصاریٰ نے عورت کی تکذیب اس طرح بیان کی ہے:

"عورت شیطان کی آلہ کار، کذب و باطل کی بیٹی اور امن کی دشمن ہے۔"[2]

مسیحیت کے اندر عورت کے مقام اور اس کے حوالے سے اختیار کی گئی رویے پر تنقید کی گئی ہے۔ پہلی عبارت میں بائبل کے ایک اقتباس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جس میں عورت کو خدا کی پسندیدگی کے دائرے سے خارج دکھایا گیا ہے، جب کہ دوسری عبارت میں عورت کو شیطان کا آلہ کار، جھوٹ اور باطل کی نمائندہ اور امن کی دشمن قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح مسیحیت، جو بظاہر عورت کے حقوق اور آزادی کے بلند دعوے کرتی ہے، اس کی مذہبی کتب میں عورت کی حیثیت کو نظر انداز کرنا یا اس پر منفی تبصرے کرنا ایک واضح تضاد کو ظاہر کرتا ہے۔ اگرچہ جدید مغربی معاشروں میں عورت کے حقوق کے حوالے سے مختلف تحریکیں چلائی جا رہی ہیں، لیکن ان کی مذہبی بنیادیں اس تصور کے برعکس دکھائی دیتی ہیں، جہاں عورت کو نہ صرف کمتر سمجھا گیا بلکہ بعض اوقات اُسے گناہ، فساد اور شیطانیت کا ذریعہ بھی قرار دیا گیا۔ اس کے برعکس، اسلام نے عورت کو عزت، وقار اور برابری کے حقوق دیے ہیں۔ قرآن کریم میں عورت اور مرد کو برابر کی انسانی حیثیت دی گئی ہے۔

بعد میں کلیسا نے عورت کی حیثیت کو یہاں تک گرا دیا کہ 581ء میں آئمہ کلیسا کی مجلس منعقدہ کولون میں اس بات پر زور دار بحث ہوئی کہ عورت انسان بھی ہے یا نہیں۔ بڑی ردوقدح کے بعد اسے معمولی اکثریت کے ساتھ انسان تسلیم کیا گیا۔[3] انسان تو اسے مانا مگر کس قماش کا، اس کے لیے حسب ذیل اقتباس کافی ہے:

مسیحی عورت کو نجاست کی پوٹ، سانپ کی نسل، منبع شر، جہنم کا دروازہ وغیرہ کے القابات سے یاد کرتے تھے۔ بڑے بڑے راہب اپنی ماں تک سے ملنا اور اس کے چہرے پر نظر ڈالنا معصیت سمجھتے تھے۔[4]

پولوس کی تعلیمات عورت کے بارے میں دلچسپی سے خالی نہیں وہ عورتوں کو محکوم دیکھنے کا خواہاں تھا کہ جس طرح کلیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر فرمان ہے اسی طرح بیویاں بھی اپنے خاوندوں کے زیر نگیں ہیں۔[5]

مسیحیت کے ہاں عورت کو ایک ہی درجہ حاصل ہے کہ وہ مریم کی طرح راہبہ بن جائے ورنہ وہ گناہ کا سبب ہے راہبانہ اصول کے مطابق اس کے لیے لازم ہے کہ وہ کامل طور پر مجرد زندگی گزارے اور ان فطری جذبات و خواہشات کو جو قدرت نے اس میں پیدا اور ودیعت کر رکھے

[1] مولانا محمود الرشید حدوٹی، اسلام اور عورت، مرکزی تحقیق و تصنیف، لاہور، 2001ء، ص18۔

[2] مولانا محمود الرشید حدوٹی، اسلام اور عورت،، ص6۔

[3] محمد بن علوی المالکی الحسینی، اسلام کا معاشرتی نظام، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 2018ء، ص97

[4] شاہ معین الدین ندوی، دین رحمت، مکتبہ قاسم العلوم، س ن، ص106

[5] رشید احمد، تاریخ مذاہب، قلات پبلشرز، کوئٹہ، 1964ء، ص334

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

ہیں ان کو دبانے کی کوشش کرے۔

بائبل میں عورت کا تصور

عہد نامہ جدید میں عورت کے حوالے سے متضاد بیانات ملتے ہیں۔ ایک طرف تو حضرت مریم کو اعلیٰ مقام حاصل ہے، تو دوسری طرف پولس کے خطوط میں عورت کو مرد کے تابع قرار دیا گیا ہے۔ اناجیل میں عورتوں کو مسیح کی اولین پیروکاروں کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

تاریخی کلیسا میں عورت کا کردار

قرون وسطیٰ کے دوران عورت کے مذہبی کردار کو شدید محدود کر دیا گیا۔ Fourth Lateran Council (1215) نے عورتوں کے پادری بننے پر مکمل پابندی عائد کی۔ صرف خانقاہی نظام میں عورتوں کو محدود سرگرمیوں کی اجازت تھی۔

کیتھولک کلیسا میں عورت کی حیثیت

رومن کیتھولک کلیسا میں عورت کے لیے پادری کے عہدے پر پابندی برقرار ہے۔ Pope John Paul II نے اپنے خط "Ordinatio Sacerdotalis" (1994ء) میں واضح کیا کہ عورت پادری نہیں بن سکتی۔ تاہم کیتھولک کلیسا میں عورتیں دیگر مذہبی عہدوں پر فائز ہو سکتی ہیں۔

آرتھوڈوکس کلیسا میں عورت کا مقام

مشرقی آرتھوڈوکس کلیسا بھی عورت کے پادری بننے کی مخالف ہے۔ آرتھوڈوکس روایت میں عورت دیاکونس (deaconess) کے عہدے پر فائز ہو سکتی ہے، لیکن اس کی ذمہ داریاں محدود ہیں۔

پروٹسٹنٹ فرقوں میں عورت کا کردار

پروٹسٹنٹ ازم نے عورت کے مذہبی کردار میں انقلابی تبدیلیاں لائیں۔ Anglican Communion نے 1944ء میں پہلی خاتون پادری ordain کی۔ آج کل زیادہ تر پروٹسٹنٹ فرقے خواتین کو پادری بننے کی اجازت دیتے ہیں۔

جدید مسیحی فیمنزم

مسیحی فیمنزم نے بائبل کی نئی تفسیر پیش کی ہے۔ Rosemary Radford Ruether اور Elizabeth Schüssler Fiorenza جیسی مفکرین نے مسیحی متون کی feminist تفسیر پیش کی ہے۔

آج بھی بہت سے مسیحی فرقوں میں عورت کے مقام پر بحث جاری ہے۔ بعض فرقے اب بھی عورت کے پادری بننے کی مخالفت کرتے ہیں۔ مسیحی فرقوں میں عورت کے مقام میں واضح اختلافات موجود ہیں۔ کیتھولک اور آرتھوڈوکس کلیسائیں روایتی نقطہ نظر پر قائم ہیں، جبکہ پروٹسٹنٹ فرقوں نے اصلاحات نافذ کی ہیں۔ مسیحیت میں عورت کا مقام تاریخی اعتبار سے متغیر رہا ہے۔ جدید دور میں مسیحی فرقے عورت کے مذہبی کردار کے حوالے سے مختلف نقطہ ہائے نظر رکھتے ہیں۔

ہندومت اور عورت

سنسکرت میں لڑکی کو دوہتر (دور کی ہوئی) اور بیوی کو پتنی (مملوکہ) کہا جاتا ہے۔ ہندوستانی معاشرے میں بھی عورتوں کو پامال کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی تھی۔ سماج کے ٹھیکیداروں کا سلوک عورت کے ساتھ انتہائی ظالمانہ رہا۔ ہندوؤں کے مقدس ترین قانون دھرم شاستر کی روسے اس کو شودر اقوام سے بھی گرا کر بالکل حیوانوں کے زمرے میں داخل کر دیا گیا تھا۔ تقدیر، طوفان، موت اور زہر ان میں سے کوئی چیز اس قدر خراب نہ تھی جتنی عورت۔[1]

معاشرہ ہند میں عورت ایک عضو معطل سے زیادہ کچھ نہ تھی ہر قسم کی معاشی، سماجی تصرفات سے محروم تھی اسکی کوئی مستقل حیثیت نہ تھی۔ زندگی کے ہر دور میں مرد کی محکوم تھی۔ عورت لڑکپن میں اپنے باپ کے اختیار میں رہے۔ جوانی میں اپنے شوہر کے اختیار میں اور بعد میں اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے۔[2]

ہندومت اور قدیم ہندوستانی معاشرے میں عورت کی حیثیت اور اس کے ساتھ روا رکھے گئے سلوک پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سنسکرت زبان میں لڑکی کو "دوہتر" (دور کی ہوئی) اور بیوی کو "پتنی" (مملوکہ) کہا جاتا ہے، جو اس وقت کے معاشرتی تصورات کی عکاسی کرتے ہیں۔

ہندومت کے مقدس قوانین، جیسے دھرم شاستر، میں عورت کی حیثیت کو کمتر قرار دیا گیا تھا۔ منوسمرتی میں بیان کیا گیا ہے کہ عورت کو بچپن میں باپ، جوانی میں شوہر، اور بڑھاپے میں بیٹوں کے تابع رہنا چاہیے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کی کوئی مستقل حیثیت نہیں تھی اور وہ ہمیشہ مرد کی سرپرستی میں رہتی تھی۔

مزید بر آں، بعض ہندو متون میں عورت کو منفی صفات سے منسوب کیا گیا ہے۔ مثلاً، منوسمرتی میں کہا گیا ہے کہ عورتیں مردوں کی گمراہی کا ذریعہ ہیں۔ اس طرح کے بیانات سے معاشرے میں عورت کی قدر و منزلت متاثر ہوئی اور اسے معاشی و سماجی حقوق سے محروم رکھا گیا۔ تاہم، یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ہندومت کی بعض تعلیمات میں عورت کو دیوی کا درجہ دیا گیا ہے اور اس کی پوجا کی جاتی ہے۔ یہ تضاد اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ مختلف ادوار اور متون میں عورت کی حیثیت کے بارے میں متنوع نظریات پائے جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر، قدیم ہندوستانی معاشرے میں عورت کی حیثیت محدود اور مرد کی تابع تھی۔ اس کی کوئی مستقل معاشی یا سماجی حیثیت نہیں تھی اور وہ زندگی کے ہر مرحلے میں مرد کی سرپرستی میں رہتی تھی۔

منوسمرتی میں ہے کہ: "عورت نابالغ ہو یا جوان یا بوڑھی گھر میں کوئی کام خود مختاری سے ہر گز نہ کرے۔"[3]

یوں تو ہندو دھرم کا قانون عورت کو فرائض مذہبی سے دور رکھتا ہے مگر جب دیوتا کے لیے نذر و نیاز کا معاملہ ہوتا تو اس لاوارث صنف ضعیف کی قربانی دینے سے پرہیز نہ کیا جاتا۔ اور اسے دیوتا کے چرنوں میں جانور کی طرح ذبح کر دیا جاتا۔ بعض راجپوت خاندانوں میں دختر

[1] گستاؤلی بان، تمدن عرب، مترجم سید علی بلگرامی، سید عبد القادر، انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی، 1936ء، ص 179

[2] ایم عبد الرحمن خاں، عورت انسانیت کے آئینے میں، مکتبہ دار العلوم، کراچی، 1999ء، ص 86

[3] منوسمرتی، ادھیائے 147 / 5، ص 102

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

کشی کی قبیح رسم بھی رائج تھی۔ شاستروں میں عورت کا درجہ بہت کم ہے۔ عورت عقل و شعور کی تمام خوبیوں سے عاری سمجھی جاتی تھی عبادت کے حقوق صرف مرد کو حاصل تھے عورت وراثت سے محروم تھی۔ نکاح و طلاق اور تمدنی و معاشرتی امور میں اسے کسی قسم کا حق حاصل نہیں تھا، ظالم اور ناکارہ شوہر سے کسی طرح بھی چھٹکارہ نہ پا سکتی۔ بیوہ ہو کر بھی دوسری شادی نہ کر سکتی تھی خواہ نو عمر ہی کیوں نہ ہو۔ بعض عورتیں ان مظالم سے تنگ آکر خودکشی کر لیا کرتی تھیں۔ آریا دھرم میں ان تمام مظالم کے ساتھ ساتھ ایک ظلم یہ بھی تھا کہ عورت سے بیک وقت حقیقی بھائی شادی کر سکتے تھے۔ ان کی مشہور مذہبی کتاب منوسمرتی میں درج ہے:

''عورت کا نہ کوئی الگ یگیہ ہے۔ نہ عبادت، نہ بھرت، خاوند کی سیوا کرنا ہی اس کا پریم دھرم ہے۔''[1]

ہندومت میں عورت کی کسی بات کو معتبر نہ سمجھا جاتا تھا۔ جھوٹ اور عورت کو لازم و ملزوم قرار دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ فریب، حماقت، طمع، ناپاکی اور بے رحمی عورت کے جبلی عیب ہیں۔

''ہندومت کے مطابق جھوٹ بولنا عورت کا ذاتی خاصہ ہے۔''[2]

جانگیہ برہمن جس کی تعلیمات ایک عرصہ تک حکومت کا دستور العمل رہیں وہ عورت کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے کہ دریا، مسلح سپاہی، پنجے اور سینگ رکھنے والے جانور، بادشاہ اور عورت پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے۔ شہزادوں سے تہذیب اخلاق، عالموں سے شیریں کلامی، قمار بازوں سے دروغ گوئی اور عورتوں سے مکاری سیکھنی چاہیے۔ وہ آگ، پانی، جاہل مطلق، سانپ، خاندان شاہی اور عورت یہ سب موجب ہلاکت ہوتے ہیں ان سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے۔ دوست، خدمت گار اور عورت مفلس آدمی کو تو چھوڑ دیتے ہیں اور جب وہ دولت مند ہو جاتا ہے تو پھر اس کے پاس آجاتے ہیں۔

ہندوستان میں ستی کا رواج خود اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ: یہاں عورت کا کوئی مستقل وجود نہیں سمجھا جاتا تھا اور خاوند کی موت کے ساتھ اس سے بھی زندگی کا حق چھین لیا جاتا تھا۔[3]

ہندو مذہب میں عورت کو بدکاری کا سرچشمہ گردانا جاتا ہے اور مرد کی نجات عورت سے قطع تعلق پر منحصر ہے۔ جین شاستروں میں عورت کی مٹی بری طرح پلید کی گئی ہے۔ مہابیر سوامی عورتوں کو تمام گناہوں کی جڑ سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مردوں کے گناہوں کا سبب عورت ہی ہے عورت سب سے بڑی آزمائش ہے جو انسان کی راہ میں آتی ہے۔ مرد کو چاہیے عورت سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے نہ اس کی طرف دیکھے نہ اس سے بات کرے نہ اس کا کوئی کام کرے۔

ہندو معاشرے میں عورت جوئے میں ہاری جاتی تھی ایک عورت کے کئی شوہر ہوتے تھے۔ لڑائی میں ہار جانے کے ڈر سے عورتوں کو خود ان کے باپ، بھائی اور شوہر قتل کر ڈالتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ اخلاقی حالت اتنی شرمناک تھی کہ محرمات تک سے تمتع بھی کار ثواب

[1] ایم عبدالرحمن خاں، عورت انسانیت کے آئینے میں، ص95

[2] منوسمرتی، باب:9، آیت:18

[3] مولانا محمد شمشاد ندوی، عورت اسلامی معاشرے میں، الکریم اسلامک اکیڈمی، شیوہر، 2008ء، ص30

سمجھا جاتا تھا۔ عصمت کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ بڑے بڑے ذی وجاہت امراء کی عورتیں جامہ عصمت اتار پھینکتی تھیں۔

بدھ دھرم اور عورت

عورت کو بدھ مذہب نے بھی کوئی خاص مقام عطا نہیں کیا بلکہ شروع شروع میں جب مہاتما بدھ نے اس مذہب کا آغاز کیا تو اسے قبول کرنے کی اجازت صرف مردوں کو تھی مگر بعد میں مہاتما بدھ نے اپنی سوتیلی ماں کے اصرار پر عورتوں کو بھی اس مذہب میں داخل ہونے کی اجازت دیدی مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اگر عورتیں اس مذہب میں شامل نہ ہوتیں تو یہ مذہب دگنی عمر پاتا اس مذہب نے عورتوں کے حقوق کے بارے میں خاموشی اختیار کی کیونکہ یہ ایک اخلاقی فلسفہ تھا لیکن عورت کی حیثیت اس مذہب میں بھی ہندو مذہب کی طرح بہت گری ہوئی تھی۔ بدھ دھرم عورتوں کو گندہ اور غلیظ جانور کہہ کر اپنے پیروکاروں کو اس سے علیحدگی کا حکم دیتا ہے اور طرح طرح کے الزامات لگا کر بے گناہ مخلوق سے نفرت دلاتا ہے۔[1]

بدھ دھرم میں عورت کو بدکاری کا سرچشمہ قرار دیا گیا۔ یہ مذہب عورت کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ وہ نجات حاصل کر سکتی ہے بلکہ مردوں کی نجات ویدک دھرم میں عورتوں سے دور رہنے پر منحصر ہے۔

ڈاکٹر ایم ایس ناز اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں:

> "بدھ دھرم میں بھی عورت و مرد کی تفریق قائم کر دی گئی ہے کہ عورت بدی کا سرچشمہ ہے اور مرد کی نجات عورت سے قطع تعلقی پر منحصر ہے اس لیے گوتم بدھ اپنے بیوی بچوں کو سوتا چھوڑ کر جنگل میں بھاگ گیا اور ساری زندگی ان سے بے تعلق رہا۔"[2]

یہ مذہب عورت کی نجات کا قائل نہیں ہے۔ اس بارے میں عبد الرحمن لکھتے ہیں:

> "بدھ دھرم میں عورت کو بدی کا سرچشمہ قرار دیا گیا یہ عورتوں کی نجات کا قائل نہیں بلکہ مردوں کی نجات کو بھی عورتوں سے قطع تعلقی پر منحصر قرار دیتا ہے۔"[3]

مختصر یہ ہے کہ بدھ دھرم میں باقی مذاہب کی طرح عورت کی حالت اچھی نہیں اس کے حقوق کی حفاظت نہیں کی گئی جہاں تک ممکن ہو اس کی حیثیت و مقام کو گرایا گیا۔

آریہ دھرم اور عورت آریہ دھرم میں بھی عورت کی حیثیت انتہائی پست ہے جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس مذہب کی رو سے عورت بیک وقت متعدد بھائیوں سے شادی کر سکتی ہے۔[4]

---

[1] سعید احمد، اسلام اور عورت، محبوب المطابع، دہلی، س ن، ص 22

[2] علامہ سید مرتضیٰ، اسلام میں عورت کی قیادت، دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان، کراچی، 1993ء، ص 43-44

[3] ایم عبد الرحمن خاں، عورت انسانیت کے آئینے میں، ص 85

[4] سعید احمد، اسلام اور عورت، ص 22

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

سطور بالا سے یہ امر عیاں ہو کر سامنے آتا ہے دنیا میں موجود اکثر و بیشتر مذاہب کی رو سے عورت انتہائی حقیر، پست اور ذلیل ہستی ہے، جو کسی طور حسن سلوک کی مستحق نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس تصور کو کسی درجے میں بھی قبول نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ یکسر مسترد کیے جانے کے لائق ہے کہ اس سے معاشرتی نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔

مصادر و مراجع

* ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت: دار صادر، 1956ء
* أبو نصر إسماعيل بن حماد الجوهري الفارابي، الصحاح، جوهري، بيروت، لبنان: دار إحياء التراث العربي
* امام راغب، أصفهانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، بیروت: دار القلم، 2005ء
* ایم عبد الرحمن خاں، عورت انسانیت کے آئینے میں، مکتبہ دار العلوم، کراچی، 1999ء
* الدامغاني، حسین بن محمد، قاموس القرآن، بیروت: دار العلم للملایین، 1977ء
* رشید احمد، تاریخ مذاہب، قلات پبلشرز، کوئٹہ، 1964ء
* سعدي، ابو حبيب، القاموس الفقهي، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي، 1977ء
* سعید احمد، اسلام اور عورت، محبوب المطابع، دہلی، س ن
* سید ابو الاعلیٰ مودودی، پردہ، مکتبہ جماعت اسلامی پبلیکیشنز، لاہور، 1996ء
* شاہ معین الدین ندوی، دین رحمت، مکتبہ قاسم العلوم، س ن
* عبد الوہاب ظہوری، اسلام کا نظام حیات، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ، لاہور، 1981ء
* فيروز آبادي، محمد بن يعوب، قاموس المحيط، بيروت، لبنان: دار الجيل، س ن
* کتاب مقدس، مطالعاتی اشاعت، لاہور: بائبل سوسائٹی، 2010ء
* گستاؤلی بان، تمدن عرب، مترجم سید علی بلگرامی، سید عبد القادر، انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی، 1936ء
* محمد بن علوی المالکی الحسینی، اسلام کا معاشرتی نظام، الفارزق بک فاؤنڈیشن، لاہور، جون 1997ء
* محمد بن علوی المالکی الحسینی، اسلام کا معاشرتی نظام، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 2018ء
* مولانا محمد شمشاد ندوی، عورت اسلامی معاشرے میں، الکریم اسلامک اکیڈمی، شیوہر، 2008ء
* مولانا محمود الرشید حدوٹی، اسلام اور عورت، مرکزی تحقیق و تصنیف، لاہور، 2001ء

Enlish books:

* Halperin-Kaddari, R. (2004). Women in Israel: A State of Their Own. University of Pennsylvania Press
* Nadell, P. S. (1998). Women Who Would Be Rabbis: A History of Women's Ordination. Beacon Press
* Oxford English Dictionary. 10th ed. Oxford: Oxford University Press, 2020
* Ross, T. (2004). Expanding the Palace of Torah: Orthodoxy and Feminism. Brandeis University Press